© rasailojaraid.com

چوتھی صدی ہجری کا شہرۂ آفاق شاعر

ابوالطیّب المتنبّی

از مسعود انور علوی

نام و نسب ابو الطیب احمد بن الحسین بن عبدالصمد الجعفی الکندی ۳۰۳ھ میں کوفہ کے مشہور محلہ کندہ میں پیدا ہوا[1] ذکری ابی الطیب بعد الف عام میں بھی اس کی تائید ہے۔ جوزف الہاشم نے لکھا ہے کہ ۳۰۳ھ میں احمد بن الحسین بن الحسن الجعفی محلہ کندہ کے ایک نادار و مفلس گھر میں پیدا ہوا[2]۔ اکثر لوگوں نے دادا کا نام عبدالصمد لکھا ہے جس کی تائید جرجی زیدان و ذکی مبارک[3] نیز علامہ یوسف بدیعی[4] نے کی ہے۔ عمر فروخ نے لکھا ہے: ھو ابو الطیب احمد بن الحسین بن الحسن بن عبدالصمد الجعفی[5] الخ۔

۱۔ تاریخ آداب اللغۃ العربیۃ ج ۲ صف ۲۸۵ اور ذکری ابی الطیب صف ۴۰۔

۲۔ ابوالطیب المتنبی صف ۱۶ ۳۔ المتنبی صف ۲۲

۴۔ النسیج المنبی عن حیثیۃ المتنبی صف ۲۰

۵۔ تاریخ الادب العربی ج ۲ صف ۴۵۸

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جعفی اس کے دادا یا پردادا کا نام تھا جو یمانی قبیلہ سے تعلق رکھتا تھا اور کوفہ کے محلہ کندہ میں آکر آباد ہو گیا تھا جس کی نسبت سے متنبی کو بھی کندی لکھا جانے لگا۔

اس کے باپ کا بہرحال جو بھی نام ہو وہ "عبدان السقا" کے نام سے مشہور ہوا۔[1] جرجی زیدان نے لکھا ہے کہ اس کا باپ جامع مسجد میں لوگوں کو پانی پلانے پر مقرر تھا اسی وجہ سے اس کو "عبدان السقا" کہا جاتا تھا۔[2] علامہ بدیعی لکھتے ہیں کہ اس کے باپ حسین کو عرف عام میں "عبدان السقا"[3] کہتے تھے۔ متنبی جب اپنے باپ کے ہمراہ کوفہ سے بغداد بھاگ کر پہنچا تو کسی نے اس کی ہجو میں مندرجہ ذیل اشعار کہے تھے جس سے دوران قیام کوفہ اس کے پیشہ کا پتہ چلتا ہے:

اَیُّ فضلٍ لشاعرٍ یطلب الفضل من الناس بکرۃ وعشیا

عاش حینا یبیع فی الکوفۃ الماء وحینا یبیع ماء المحیا

وہ شخص جو صبح و شام لوگوں سے فضیلت و بزرگی کا خواہاں ہو کیا فضیلت حاصل کر سکتا ہے کہ جب تک کوفہ میں رہا آب فروشی کرتا رہا اور اب آبرو فروشی کرتا پھرتا ہے۔

وہ باپ کی طرف سے جعفی اور ماں کی جانب سے ہمدانی تھا اور دونوں خاندان یمنی تھے لہٰذا اس میں قبائلی عصبیت ہونا فطری تھا۔ اسی لئے اس کی ابتدائی شاعری پر نظر ڈالنے سے پتہ چلتا ہے کہ اس نے بہت سے یمنی سرداروں مثلاً ابوشجاع بن محمد الازدی، علی بن احمد الطائی، علی بن یحییٰ، علی بن ابراہیم التنوخی وحسین بن التنوخی کی مدح میں قابل ذکر قصائد کہے لیکن اس کے باوجود اس کی تمام شاعری میں کہیں برملا

۱۔ تاریخ الادب العربی ج ۲ صفہ ۴۵۸۔

۲۔ تاریخ ادب اللغۃ العربیۃ ج ۲ صفہ ۲۸۵۔

۳۔ الصبح المنبی عن حیثیۃ المتنبی صفہ ۲۰۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یعنی عصبیت کا ذکر نہیں سوا ایک مقام کے جب کسی نے حسین بن اسحاق التنوخی کی ہجو کر کے اسے متنبی کی جانب منسوب کر دیا جس پر برجستہ اس نے کہا:

أبت لك ذمي نخوة يمنية ونفس بها في مأزق ابداً ترمي

میری یمنی نخوت نے تجھ جیسے شیر دل اور بہادر نفس کی برائی کرنے سے مجھے روکا جسے تو ہمیشہ گھمسان کی لڑائیوں میں پھینکتا رہتا ہے یعنی اپنی جان تک کی پرواہ نہیں کرتا۔

مؤرخین نے اسی وجہ سے عام طور پر اس کو عربی نژاد لکھا ہے لیکن حیرت یہ ہوتی ہے کہ اس کے ضخیم دیوان میں کہیں اس کا ذکر نہیں ملتا۔ شروع سے آخر تک کسی بھی جگہ نہ اس کے باپ کا تذکرہ ہے اور نہ کہیں اس کے دادا کا ذکر۔ کوئی ایک شعر بھی نہ ان کے بارے میں فخر کا ملتا ہے اور نہ کسی شعر میں ان کی موت پر اظہار حزن ہوتا ہے وہ اپنے کو سیف، رمح، یاس اور حرب سے تو منسوب کرتا ہے لیکن کسی ایک جگہ بھی حسین الجعفی وغیرہ سے متعلق نہیں کرتا۔

ابھی وہ چھوٹا ہی تھا کہ اس کی ماں کا انتقال ہو گیا، ماں کے بعد اس کی پرورش کا سارا بوجھ اس کی نانی کے ضعیف و ناتواں کاندھوں پر آپڑا جس نے اس کی بڑی نگہداشت کی اسی وجہ سے وہ بچپن ہی سے اس سے بڑا مانوس ہو گیا تھا اور اس کو ہی اپنی ماں سمجھتا۔ غالباً متنبی کے خاندان میں وہی ایسی خوش قسمت ہستی تھی جس کا تذکرہ اس نے اپنے اشعار میں کیا ہے، اس نے امیر حمص سے اسی کی قید میں اپنی حالت زار پر توجہ دلاتے ہوئے اپنی نانی کے نام پر رحم کی درخواست کی تھی دیکھئے وہ کہتا ہے[۲]:

۱- ذکری ابی الطیب لعبد الوہاب عزام صفحہ ۳۱۔
۲- " " " صفحہ ۳۲

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بِيَدِي أَيُّهَا الأَمِيرُ الأَرِيبُ لَا لِشَيءٍ إِلَّا لِأَنِّي غَرِيبُ
أَوْ لِأُمٍّ لَهَا إِذَا ذَكَرَتْنِي دَمُ قَلْبٍ فِي دَمْعِ عَيْنٍ يَذُوبُ

اے لائق امیر میری مدد کیجئے کسی اور وجہ سے نہیں بلکہ اس لئے کہ میں پردیسی ہوں یا میری اس مہربان ماں کی وجہ سے جو جب مجھے یاد کرتی ہے تو اس کے دل کا خون آنسو بن کر آنکھوں سے بہتا ہے۔

نیز ایک اور قصیدہ میں جو حسین بن اسحاق التنوخی کی مدح میں ہے کہتا ہے:

أَمْنَسِيَّ السُّكُونَ وَحَضْرَمُوتَا وَوَالِدَتِي وَكِنْدَةَ وَالسَّبِيعَا

اے حسین! تیرے احسانات نے مجھ سے میرا مسکن، حضرموت، میری والدہ، محلہ کندہ اور کوفہ کا گھر سب بھلا دیئے۔

اس نے اپنی ماں (نانی) کا مرثیہ بھی بڑے دل سوز انداز میں لکھا ہے جس میں کل ۴۳ اشعار ہیں اور ہر شعر اس کے دلی جذبات، نفسی کوائف اور غم واندوہ کا آئینہ دار ہے۔ اس کا قصہ یوں ہے کہ جب وہ مصر سے بغداد بھاگ کر پہونچا تو اپنی نانی کو ایک خط لکھا جس میں راستہ کے حالات و کوائف نیز اتنے عرصہ سے اس سے جدائی و ملاقات کے اشتیاق وغیرہ بڑے عجیب انداز سے ذکر کیا۔ عرصۂ دراز سے اس کی نانی کو اس کی خبر نہ تھی اور وہ سخت مضطرب و بے چین تھی جوں ہی اچانک اس کو متنبی کی خیریت کا پتہ چلا فرط خوشی میں اس کے قلب کی حرکت بند ہوگئی۔ متنبی کو جب پتہ چلا تو اس پر غم واندوہ کے پہاڑ ٹوٹ پڑے اور اس صدمۂ جانکاہ کا اس کے قلب مضطر پر بڑا اثر پڑا جس کے آئینہ دار اس کے یہ اشعار ہیں:

أَتَاهَا كِتَابِي بَعْدَ يَأْسٍ وَتَرْحَةٍ فَمَاتَتْ سُرُورًا بِي فَمُتُّ بِهَا غَمًّا
فَوَا أَسَفِي أَلَّا أُكِبَّ مُقَبِّلًا لِرَأْسِكِ وَالصَّدْرِ الَّذِي مُلِئَا حَزْمَا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وَالآ اُلاقی رُوحاً طیبُ الذی
کان ذکی المسک کان لہ جسما

فاصبحت استسقی الغمام لقبرھا
وقد کنت استسقی الوغا والقنا لہما

میری زندگی سے مایوسی اور رنج و ملال کے بعد میری نانی کے پاس میرا خط پہونچا تو وہ میری زندگی کی خبر پاکر مارے خوشی کے مرگئی اور میں بھی اس کے غم میں لب گور ہوگیا۔

ہائے افسوس! میں تیرے پاس موجود نہ تھا کہ تیرے سر اور سینہ پر جو عقل و دانائی سے پُر تھے منہ کے بل گر کر بوسہ دیتا۔

افسوس میں اس پاک روح سے نہ مل سکا جس کا جسم مشک کا پیکر تھا۔

اب میں ایسا ہوگیا ہوں کہ اس کی قبر کو تر و تازہ رکھنے کے لئے ابر سے بارش کا طلبگار ہوں ورنہ پہلے جنگ اور ٹھوس نیزوں سے دشمنوں کے خون کی بارش مانگتا تھا۔

اس سوال کا جواب کہ متنبی نے اپنے باپ دادا کا نام کسی جگہ کیوں نہ لیا یہی ہو سکتا ہے کہ چونکہ وہ ایک نامعروف و غریب و مفلس خاندان سے تعلق رکھتا تھا اس حال میں ممکن ہے اگر وہ اجداد پر فخر کرتا تو اس کا مذاق اڑایا جاتا اور اسے ہدف ملامت بنایا جاتا۔ اگرچہ وہ اپنی قوم و خاندان کو فخر عرب سمجھتا تھا لیکن پھر بھی اپنے لئے باعث شرف و عزت نہیں جانتا تھا۔ وہ اپنے باپ دادا کے بجائے اپنے آپ پر فخر کرتا تھا۔ مندرجہ ذیل اشعار میں اس کی انانیت پورے طور پر جھلک رہی ہے:

لا بقومی شرفت بل شرفوا بی
وبنفسی فخرت لا بجدودی

وبہم فخر کل من نطق الضاد
وعوذ الجانی وغوث الطرید

مجھے اپنی قوم کے ذریعہ شرف حاصل نہیں ہوا بلکہ ان کو میری وجہ سے شرف حاصل ہوا۔ میں اپنی ذات پر فخر کرتا ہوں نہ کہ اپنے آباؤ اجداد پر حالانکہ اُن پر وہ تمام لوگ فخر کرتے ہیں جو ضاد کا صحیح تلفظ کرتے ہیں اور ہر زیادتی کرنے والے کو پناہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دیتے ہیں اور دنیا کے دھتکارے ہوئے مصیبت زدہ کی فریادرسی کرتے ہیں۔

علامہ بدیعی لکھتے ہیں کہ ہر جگہ اپنا نسب چھپاتا تھا لوگوں نے اس سے پوچھا کہ تم ایسا کیوں کرتے ہو تو اس نے جواب دیا: انی انزل دائماً علی قبائل العرب واحب الا یعرفونی خیفة ان یکون لهم فی قومی ترة اثا۔[1]

متنبی کی زمانہ ہی سے اس کے حسب نسب کے بارے میں خوب چہ میگوئیاں شروع ہوگئی تھیں لیکن اس نے انھیں کبھی درخور اعتنا نہ سمجھا۔ بلکہ ہمیشہ یہی کہتا رہا کہ بلند حوصلہ انسان کے لئے ہرگز مناسب نہیں کہ وہ اپنے آباؤ اجداد پر فخر کرے اور ان کے سہارے دشمنوں پر غلبہ حاصل کرے۔ اس کا کہنا تھا کہ انسان ذاتی فضائل کی بنیاد پر جب دشمنوں پہ غلبہ پا سکتا ہے تو کیا ضرورت ہے کہ اجداد کی شرافت و نجابت کے گیت گاتا پھرے۔ اس کا کہنا تھا کہ انسان کی فضیلت و بزرگی مجد و سروری نیز برتری کا دارو مدار اعلیٰ نسبی و حسبی پر نہیں ہے بلکہ یہ چیز اس کے کردار وعمل پر موقوف ہوتی ہے۔

ادری الاجداد تغلبها کثیراً — علی الاولاد اخلاق اللئام

ولست بقانع من کل فضل — بان اعزی الی جد همام

میں اکثر یہ دیکھتا ہوں کہ آباؤ اجداد کے سہارے جینے والی اولاد میں ذلیل لوگوں کے عیوب پیدا ہو جاتے ہیں۔ میں ہر فضیلت میں اس بات پر قناعت نہیں پسند کرتا کہ وہ میرے بلند رتبہ اجداد کی طرف منسوب کردی جائے۔

اور دوسری بات کو کس خوبی سے طاہر بن الحسین العلوی کی شان میں مدحیہ قصیدہ میں بیان کر رہا ہے:

۱۔ الصبح المنبی عن حیثیة المتنبی صفحہ ۲۰

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اذا لم تکن نفس النسیب کاصلہ فماذا لذی تغنی کرام المناصب
وما قربت اشباہ قوم اباعد ولا بعدت اشباہ قوم اقارب[1]

جب تک کسی صاحب نسب کا نفس اپنے بزرگوں جیسا نہ ہو تو آباؤ اجداد کے بلند مرتبہ ہونے سے کوئی فائدہ نہیں۔ وہ رشتہ دار اپنے سے قریب نہیں ہو سکتا جو بعید الاخلاق قوم سے مشابہ ہو نہ وہ غیر اپنوں سے دور ہو سکتا ہے جو اپنی جیسی قوم کے اخلاق کے مشابہ ہو۔

یہ بات مسلّم ہے کہ وہ ایک غریب و نادار نیز گمنام و غیر معروف خاندان کا چشم و چراغ تھا لیکن خالص بدوی عرب جو فصاحت و بلاغت میں شہر والوں سے کہیں آگے ہوتے ہیں علامہ بدیعی لکھتے ہیں:

کان ابو الطیب وھو صبی ینزل فی جوار ی بالکوفۃ وکان محبا للعلم والادب، فصحب الاعراب فی البادیۃ وجاءنا بعد سنین بدویا قحا!

ابو الطیب بچپن ہی سے کوفہ کے اطراف و جوانب میں جایا کرتا وہ علم و ادب کا شیدائی تھا اعرابیوں کے بادیہ میں صحبت اختیار کی پھر مکمل طور پر بدوی بن کر ہمارے پاس آیا۔

تعلیم و تربیت اس کے ابتدائی حالات بہت زیادہ نہ معلوم ہو سکے کتب تواریخ سے پتہ چلتا ہے کہ اس کی تعلیم عراق میں علویوں کے بعض مدارس میں ہوئی۔ وہیں اس نے لکھنا پڑھنا سیکھا اور علم صرف و نحو اور دیگر علوم لغتا نیز شیعہ مذہب کے مطابق اصول دین کی تعلیم حاصل کی[2]۔ جرجی زیدان نے لکھا ہے کہ

---

[1] الصبح المنبی عن حیثیۃ المتنبی صفہ ۲۰

[2] خزانۃ الادب ج ۱ صفہ ۳۸۲ یتیمۃ الدہر ۱۱۳

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وہ بچپن ہی سے علم و ادب کا شائق تھا۔ اشعار کے یاد رکھنے کی بے پناہ صلاحیت رکھتا تھا۔ جب وہ تھوڑا بڑا ہوا تو اس کا باپ اس کو لے کر شام آ گیا وہاں اس نے صاحبانِ علم سے کسب فیض کیا۔ سب سے پہلے عربی زبان پر عبور حاصل کیا۔ زمانہ جاہلیت اور متقدمین کے بکثرت اشعار زبانی یاد کیے یہاں تک کہ اس کی زبان دانی کے چرچے ہونے لگے[1]۔ عمر فروخ نے بھی اس کی تائید کی ہے[2]۔ مقدمہ العرف الطیب میں ہے کہ اس نے اکابرین علمائے ادب مثل ابوالحسن اخفش، ابو اسحاق الزجاج، ابوبکر بن السراج۔ ابوبکر بن الدرید اور ابو علی فارسی سے کسب فیض اور علمی استفادہ کیا[3]۔

وہ جیسا کہ تاریخ بغداد "ابو الطیب المتنبی" نیز دیگر کتب سے پتہ چلتا ہے ۱۷ سال کی عمر میں یعنی اوائل ۳۲۱ھ میں شام پہنچا اور وہیں جوانی کی منزلوں کو طے کیا۔ شاعری نے نشو و نما پائی۔ زبان شستہ ہوئی اور نکھر گئی چنانچہ وہ عرصۂ دراز تک کسبِ علم و عربی زبان اور اس کے محاورات سیکھنے کے لئے ملک شام کے مضافات میں گھومتا پھرتا رہا۔ یہاں تک کہ اس کو زبان پر مہارت تامہ اور محاورات وغیرہ پر دسترس کاملہ حاصل ہو گئی۔ وہ بادیہ نشینوں کو جن کی زبان سب سے زیادہ صاف ستھری اور نکھری ہوئی تھی اپنے اشعار سناتا پھرتا اور نئے نئے محاورات اور تراکیب سیکھ کر اپنے علمی خزانے کو بڑھاتا رہتا غرضکہ وہ پندرہ سال یہاں رہا اور بادیہ نشینوں سے عموماً نیز بنی کلب سے خصوصاً بہت مانوس ہو گیا تھا[4]۔

۱۔ تاریخ آداب اللغۃ العربیۃ ج ۲ صفحہ ۲۸۵۔

۲۔ تاریخ الادب العربیۃ ج ۲ صفحہ ۴۵۸۔

۳۔ العرف الطیب۔ شیخ ناصیف الیازجی۔

۴۔ ابو الطیب المتنبی۔ جوزف الہاشم ۱۶۔ ذکری ابی الطیب بعد الف عام صفحہ ۴۱۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وہ بچپن ہی سے اچھے اشعار، اقوال، دلچسپ محاوروں اور عمدہ کتابوں کا شائق و دلدادہ تھا۔[1] صاحب ذکری ابی الطیب نے الیضاح المشکل کی روایت بیان کی ہے کہ وہ برابر کتابوں سے استفادہ کرتا اور شاعری و ادب سیکھتا رہا[2] خطیب بغدادی نے تنوخی سے اور انھوں نے ابوالحسن محمد بن یحییٰ علوی سے روایت کی: انہ نشاء محبًّا للعلم والادب وانہ تعلم القراءۃ[3] والکتابۃ ولزم الادباء والعلماء وہ علم و ادب کا شیدائی تھا لکھنا پڑھنا سیکھا اور ادبار و علمار کی صحبتوں کو اپنے اوپر لازم کرلیا۔

وہ بلا کا ذہین، نکتہ رس، بیدار مغز اور قوی الحافظہ تھا۔ اس کی قوت حافظہ کا اندازہ اس کے بچپن کے ایک واقعہ سے ہوتا ہے۔ وہ اکثر خالی اوقات میں ایک کتب فروش کی دکان پر بیٹھ جاتا اور کوئی نہ کوئی کتاب عاریتاً لے کر اس کا مطالعہ کرتا تھا۔ اتفاق سے ایک روز ایک شخص ابو عبیدہ کی تیس ورق کی لغت کی ایک کتاب فروخت کرنے آیا۔ متنبی نے اس سے دیکھنے کے لئے وہ کتاب مانگی اور پڑھنا شروع کردیا۔ کافی دیر کے بعد جب بیچنے والا تنگ آگیا تو جھنجھلا کر طنز میں کہا: "میاں صاحب زادے! ایک دن میں تو یہ کتاب یاد ہونے سے رہی اگر ایسا ہی شوق ہے تو اسے خرید لو ورنہ مجھے واپس کر کے چلتے بنو"۔ متنبی نے جواب دیا لیکن یہ بتائیے اگر میں اسے یاد کرچکا ہوں تو آپ کیا انعام دیں گے۔ کتب فروش نے برجستہ کہا "اگر تم اس کتاب کو زبانی یاد کر چکے ہو گے تو میں یہ کتاب تم کو مفت دے دوں گا"۔

۱۔ ذکری ابی الطیب صفحہ ۴۱۔

۲۔ خطیب بغدادی ۴ - ۱۰۳ - ذکری ابی الطیب۔

۳۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس بے چارہ کے وہم وگمان میں بھی نہ تھا کہ اسے کتاب سے ہاتھ دھونے پڑ جائیں گے۔ متنبی نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ معاملہ باہم طے ہوگیا۔ وراق نے اس کے ہاتھ سے کتاب لے کر زبانی سنانے کو کہا۔ اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی جب متنبی نے از الف تا یا پوری کتاب فر فر سنادی کہیں ذرا سا شبہ بھی نہ ہوا، چنانچہ وراق کو بے اختیار کہہ دینا پڑا۔ واللہ ما رایتُ احفظ من ھذا الفتی ابن عبدان قط۔ خدا کی قسم میں نے ابن عبدان سے زیادہ قوی الحافظہ کبھی کسی کو نہ پایا۔

متنبی کے ضخیم دیوان پر نظر ڈالنے کے بعد جس طرح ہم یہ کہنے پر مجبور ہو جاتے ہیں کہ وہ شعر و شاعری میں یکتائے زمانہ و یگانہ روزگار تھا۔ اس کا کوئی ہمعصر اس کا ہم پلہ نہ تھا بالکل اسی طرح ہمیں یہ بھی کہنا پڑے گا اور درست ہوگا کہ زبان و ادب اور لغت میں بھی اس کا ہمسر و مقابل کوئی نہیں اس کو اگر اپنے دور کا امام لغت کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ اس کو زبان اور عربی لغت پر اس درجہ عبور تھا کہ جب اس سے کسی بات کو پوچھا جاتا تو فوراً عربوں کے کلام سے اس کی شہادت پیش کرتا۔

ابن خلکان نے وفیات الاعیان میں لکھا ہے کہ ابو علی فارسی نے جو اپنے دور کے زبردست ادیب اور متبحر عالم تھے متنبی سے پوچھا کہ فِعْلیٰ کے وزن پر جمع کے کتنے الفاظ آتے ہیں اس نے برجستہ کہا صرف دو لفظ حِجلیٰ اور ظِربیٰ ۔ علامہ موصوف کا کہنا ہے کہ میں تین شبانہ روز اسی ادھیڑ بن میں رہا کہ کوئی تیسرا لفظ ڈھونڈ نکالوں مگر باوجود سعی بسیار کے کامیابی حاصل نہ ہو سکی۔

۱۔ الصبح المنبی عن حیثیۃ المتنبی صفحہ ۲۰۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

متنبی اور حاتمی کے مشہور مناظرہ میں علامہ حاتمی نے اثنائے گفتگو اس بات کا اعتراف کرلیا کہ علم لغت میں تم سے زیادہ کوئی شخص مستحق نہیں کہ اس سے غریب الفاظ کے بارے میں دریافت کیا جائے۔

شخصیت جس طرح ایک ادیب اور افسانہ نگار کی تحریریں اپنے اندر اس ادیب و افسانہ نگار کی شخصیت کو مضمر کئے ہوتی ہیں اسی طرح ایک شاعر کا کلام اس کی عادات وخصائل، نفسی کوائف، احساسات وجذبات کا آئینہ دار ہوتا ہے، اس کی شاعری اس کی شخصیت کو اجاگر کرتی اور اس کے خیالات ودلی کیفیات کی صحیح عکاسی کرتی ہے۔

جب ہم متنبی کی شاعری پر نظر ڈالتے ہیں تو ہم کو پتہ چلتا ہے کہ وہ حد درجہ خوددار، غیور، حوصلہ مند، بیباک، نڈر اور جرأت مند تھا۔ اس کا بچپن اور نوجوانی بدوی قبائل میں گزرے تھے لہٰذا بادیہ پیمائی اور صحرا نوردی نے اس کو جرأت مند، نڈر و بیباک، مصائب وآلام کے آگے سینہ سپر ہوجانے والا اور خطرات وپریشانیوں کا ہنستے مسکراتے خیر مقدم کرنے والا بنا دیا تھا۔ اس نے ۲۰، ۲۲ کی عمر کو پہنچتے ہی اپنی سطوت واقتدار کا پرچم نصب کردیا اور لوگوں کے دلوں میں اپنی ہیبت وشوکت اور جواں مردی ودلبری کا سکہ جما دیا اور بڑے بڑے صاحبان اقتدار مثل ابن کیغلغ کی ہجو کہہ ڈالی۔

ایک دلچسپ واقعہ ہے کہ ۳۴۲ھ میں عید الاضحیٰ کے روز اس نے حلب میں سیف الدولہ کے روبرو اپنا قصیدہ حسب عادت بیٹھ کر پڑھنا شروع کیا:

لکل امرئ من دھرہ ما تعودا وعادۃ سیف الدولۃ الطعن فی العدیٰ

زمانہ میں ہر شخص وہی کرتا ہے جس کا وہ خوگر ہوتا ہے اور سیف الدولہ کی عادت اپنے دشمنوں کو نیزہ مارنا ہے ابھی اس نے قصیدہ شروع کیا تھا کہ اس کے کسی دشمن

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نے پکار کر کہا کہ کھڑے ہو کر پڑھو تا کہ سب کو سنائی دے ۔ اس بات سے یہ بھی ارادہ تھا کہ اگر وہ کھڑا ہو گیا تو کیا خوب اس کی شرط خود اسی کے ذریعہ ختم ہو جائے گی کہ وہ قصیدہ ہمیشہ بیٹھ کر پڑھے گا ۔ متنبی نے کڑک جواب دیا کیا تم نے سنا نہیں کہ

لکل امری من دھرہ ما تعودا

وہ شخص اپنا سا منہ لے کر رہ گیا اور متنبی نے پورا قصیدہ بیٹھ کر پڑھا ۔

وہ جب تک سیف الدولہ کا منظور نظر رہا اس کے ہمراہ تمام غزوات وجنگوں میں شریک رہا لیکن جب دشمنوں اور حاسدوں کی ریشہ دوانیوں اور چغل خوریوں کی بنا پر سیف الدولہ اس سے بدظن ہو گیا تو بھی اس نے اس کی خفگی کی پرواہ نہ کرتے ہوئے سر دربار اپنا مشہور قصیدہ پڑھ کر خوب دل کی بھڑاس نکالی :

واحرّ قلباہ ممّن قلبہ شبمُ ومَن بجسمی وحالی عندہٗ سَقَمُ

افسوس ہے کہ میرا دل اس شخص کی آتش محبت میں جل رہا ہے جس کے دل میں میری محبت سرد ہو چکی ہے اور جس کے لئے میرا جسم بیمار و ناتواں ہے ۔

وہ اپنی خودسری کی وجہ سے ہمیشہ ہمچو من دیگرے نیست کا زعم باطل رکھتا تھا ۔ اسی وجہ سے وہ اپنے آپ کو تمام شعراء سے بالاتر سمجھتا تھا ۔ کافور سے مخاطب ہو کر کہہ رہا ہے :

وفوادی مِنَ الملوکِ وان کانَ لِسانی مِنَ الشُّعراءِ

میرا دل شاہانہ ہے اگرچہ میری زبان شاعروں کی سی ہے (شاعرانہ ہے)

وَلکِنّ قلبًا بین جنبی مالہٗ مدی ینتھی بی فی مرادِ احُدّہٗ

مگر وہ دل جو میرے پہلو میں ہے اس کے لئے آرزوؤں اور امیدوں کی کوئی انتہا نہیں ۔

اس کی خودسری وخود بینی کا اندازہ اس سے ہوتا ہے :

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

امط عنك تشبیهی بما وکانّہ فما احدٌ فوقی ولا احدٌ مثلی

تو میری تشبیہ دینے کا خیال لفظ "ما" و "کانّ" سے چھوڑ دے اس لئے کہ نہ کوئی شخص مجھ سے بالاتر ہے اور نہ مجھ جیسا۔

بلکہ اس سے بھی زیادہ ملاحظہ ہو:

ای محل ارتقی ای عظیم اتقی

وکل ما قد خلق اللّٰہ وما لم یخلق

محتقرٌ فی ھمتی کشعرۃ فی مفرقی

میں کس بلند مرتبہ پر ترقی کروں اور کس بڑے شخص سے ڈروں حالانکہ دنیا میں جو چیزیں خدا نے پیدا کی ہیں وہ سب میرے عزم و حوصلہ کے آگے اس طرح بے وقعت ہیں جیسے میری مانگ کا بال۔

اس کی خود داری اس حد کو پہنچی تھی کہ شیراز سے واپس کوفہ جاتے ہوئے اگرچہ ابونصر محمد الجبلی نے اس کو فاتک بن ابی الجہل اور اس کے ساتھیوں کے عزم فاسد سے متنبہ کر دیا تھا لیکن پھر بھی وہ بغیر کسی مدد کے کوفہ چل پڑا۔ حب جاہ و خواہش مال و زر کس میں نہیں ہوتی ہے، بڑے بڑے لوگ اسی کے پیچھے ہدف ملامت بنے۔ اگر متنبی میں بھی کہیں حب جاہ و بے جا طلب کی خواہش نہ ہوتی جس کے پیچھے انھوں نے امرا و سلاطین کی اکثر اوقات سچی جھوٹی تعریفیں کیں تو وہ یقیناً بہت بلند اخلاق و اعلیٰ کردار کا مالک ہوتا!

وہ بدخو اور ذلیل اخلاق والا نہ تھا علی بن حمزہ البصری کا جو متنبی کے دیوان کا راوی ہے کہنا ہے:

۱۔ الصبح المنبی عن حیثیۃ المتنبی صفحہ ۹۵

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بلوتُ مِنْ ابی الطیب ثلاث خلال محمودة وتلك انه ماکذب ، ولا زنی ولا لاط وبلوتُ منه ثلاث خلال مذمومة وتلك انه ماصام ولا صلی ولا قرا القرآن[1]

میں نے ابوالطیب میں تین صفات حمیدہ پائی ہیں اور وہ یہ ہیں کہ اس نے کبھی جھوٹ نہ بولا، زناکاری نہ کی، نیز لواطت کا مرتکب نہ ہوا اور اس میں تین برائیاں پائیں کہ نہ روزہ رکھا نہ کبھی نماز پڑھی اور نہ قرآن پڑھا۔

الخصائص لابن جنی میں ہے:

ماعرفت المتنبی الا صادقًا میں نے ہمیشہ متنبی کو صادق القول پایا۔

ابن فورجہ کا کہنا ہے:

کان المتنبی داهیة مُرّ النفس شجاعًا حافظًا للادب عارفًا باخلاق الملوك[2]

وہ ہمیشہ دنائت سے اجتناب کرتا۔ مندرجہ ذیل اشعار میں وہ عیش وطرب اور مجالس نشاط سے بچنے کا تذکرہ کررہا ہے:

وتری المروة والفتوة والابوّ ۃ فی کلّ ملیحة ضرّاتها
هنّ الثلاث المانعاتی لذّتی فی خلوتی لا الخوف من تبعاتها

میری جواں مردی، نوجوانی اور خودداری کو ہر محبوبہ اپنی سوت سمجھتی ہے۔ یہی تینوں چیزیں میری خلوت میں مجھ کو عیاشی سے روکنے والی ہیں نہ کہ وہ خوف جو عیاشی ولذت اندوزی کے انجام بد سے پیدا ہوتا ہے (یعنی میں گناہ کے عواقب

۱- الصبح المنبی عن حیثیة المتنبی صفحہ ۹۴۔

۲- " " " ۹۵۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کیا ہے:

وانّ احق باللوم شاعر یلوم علی البخل الرجال ویبخل

لوگوں میں سب سے زیادہ مستحق ملامت وہ شاعر ہے جو دوسروں کو بخل پر ملامت کرے اور خود کنجوس ہو۔

اس کی وجہ بھی ایک واقعہ سے معلوم ہو گی۔ ایک بار متنبی کے ایک دوست نے اس سے کہا بھلا بتاؤ تم خود اپنے اس شعر میں کنجوسی کی مذمت کرتے ہو لیکن تمہاری خود کی کنجوسی کے قصے لوگوں میں مشہور ہیں:

ومن ینفق الساعات فی جمع ماله

مخافة فقر فالذی فعل الفقر

جو شخص مفلسی کے ڈر سے اپنی ساری عمر مال جمع کرنے میں صرف کرے تو اس کا یہ فعل بجائے خود فقر ہے یعنی اس کی ساری عمر فقیری اور مفلسی میں گزرے گی۔

اس نے اس حرص و کنجوسی کی وجہ بتاتے ہوئے کہا بھائی دراصل معاملہ یہ ہے کہ میں نے بازار میں ایک روز تربوز دیکھا۔ قیمت پوچھی تو دوکاندار نے مجھے مفلس جان کر بڑی لاپرواہی سے کہا جاؤ جاؤ تمہارے کھانے کی چیز نہیں ہے۔ میں نے اس کے عوض اسے پانچ درہم دینے چاہے مگر وہ راضی نہ ہوا۔ ابھی تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ ایک مالدار شخص آیا اس نے وہ تربوز اس کو دو درہم میں دیدیا۔ میں نے اس سے کہا کہ مجھے تو پانچ درہم میں نہ دیا اور اسے دو درہم میں دیدیا۔ جس پر اس نے کہا:

اسکت هذا یملك مائة الف دینار ۱ چپ رہو یہ شخص لکھ پتی ہے۔

۱۔ ذکری ابی الطیب بعد الف عام صفحہ ۸۷ – ۲۸۶

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فعلمت ان الناس لایکرمون احدا اکرامهم من یعتقدون انه یملک مئة الف دینار۔ وانا لا ازال علی ماترا ہ حتی اسمع الناس یقولون ان اباالطیب قد ملک مئة الف دینار[1]۔

میں نے اس وقت سے سمجھ لیا کہ انسان کی وقعت و عزت پیسے سے ہوتی ہے جب تک وہ یہ نہ جان لیں کہ وہ لکھ پتی ہے اب میں برابر اسی حالت (بخل) میں رہوں گا یہاں تک کہ لوگ (سمجھ لیں) کہنے لگیں کہ ابوالطیب لکھ پتی ہو گیا۔

برائیاں نہ کرنا اور غلطیوں و گناہوں سے مامون و محفوظ رہنا صرف فرشتوں کی سرشت ہے۔ حضرت انسان تو خیر و شر کا مجموعہ ہیں۔ ان میں جس طرح بھلائی کرنے کا مادہ ہے اسی طرح برائی کا بھی۔ کمزوریوں اور لغزشوں سے کسی انسان کو مفر نہیں۔ اس میں جہاں کچھ برائیاں تھیں وہیں اس میں شبہ نہیں کہ وہ سچا، بے باک پاک دامن و جری تھا۔ اپنے قول و فعل میں تضاد کو ناپسند کرتا۔ وہ رائے و عمل میں آئین جواں مردی حق گوئی و بے باکی کو مشعل راہ بنائے ہوئے تھا۔ نیز خودداری، مصائب و آلام پر ثابت قدمی وغیرہ جیسی خوبیوں سے متصف تھا۔

شادی اس بات کا کوئی بین ثبوت نہیں ہے کہ اس نے کب اور کہاں شادی کی لیکن قرین قیاس یہ ہے کہ ۳۲۹ھ سے ۳۳۷ھ کے درمیانی وقفہ میں کی۔ کیوں کہ ۳۲۹ھ میں ایوب بن عمران کی شان میں قصیدہ کہا جس کا مطلع ؎

سرب محاسنه حُرِمت ذواتها
دانی الصفات بعید موصوفاتها

۱۔ الصبح المنبی عن حیثیة المتنبی صفحہ ۹۵۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میری معشوقہ عورتوں کے ایک گروہ کی طرح ہے جن کی خوبیاں ایسی ہیں کہ میں ان صاحبان کمال سے دور ہوں یعنی ان تک میری رسائی نہیں۔ وہ گروہ صفات کے اعتبار سے میرے نزدیک ہے کہ میں اس کے اوصاف بیان کرتا رہتا ہوں مگر وہ عورتیں خود مجھ سے دور ہیں۔

آخر میں کہتا ہے:

فی الناس امثلۃ ندور حیاتہا
کمماتہا ومماتہا کحیاتہا
ھبت النکاح حذار نسل مثلہا
حتی وفرت علی النساء بناتہا

لوگوں میں ایسے لوگ بھی ہیں جو مارے مارے پھرتے ہیں ان کی زندگی موت کی طرح اور موت زندگی کی طرح ہے۔ ایسی ناکارہ نسل کے خوف سے میں نکاح سے ڈر گیا حتیٰ کہ بہت سی عورتوں کی بیٹیاں گھر بیٹھی رہ گئیں۔

(باقی آیندہ)

تفسیر ابن کثیر
۳۵ جلدوں میں مکمل
قیمت دو سو پچاس روپے
مکتبہ برہان اردو بازار جامع مسجد دہلی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وشوابھارتی یونیورسٹی کے

فارسی، عربی اور اردو مخطوطات

عبدالوہاب بدربستوی، سنٹرل لائبریری وشوابھارتی یونیورسٹی شانتی نکیتن مغربی بنگال

جامع القوانین[1] مصنف خلیفہ شاہ محمد، صفحات ۸۴، کتابت خط شکستہ، کاتب و مالک نسخہ سید قادر بخش، سال کتابت ۱۲۰۰ سنہ بنگلہ (فی الحال ۱۳۹۰ سنہ بنگلہ ۱۹۸۴ء)

عنوانات و متون کی کتابت میں سرخ و سیاہ روشنائی کی تخصیص کا لحاظ کاتب نے نہیں کیا۔ کہیں کہیں اسپِ قلم کی رفتار اتنی تیز ہو گئی کہ متن کا پورا صفحہ سرخ روشنائی کی زد میں آگیا ہے۔

خلیفہ شاہ محمد نے اپنی اس کتاب کو دیباچہ، چار فصلوں اور خاتمۂ کتاب کی ترتیب کے ساتھ فن انشاء پر ۱۰۸۵ھ/۱۶۷۴ء میں مرتب کیا تھا لیکن پیشِ نظر نسخہ ابتداء سے مکتوب چہارم اور اخیر کا کچھ حصہ ناقص ہونے کے باوجود جتنا کچھ موجود ہے بہتر حالت میں ہے۔ اختصاراً چند مخصوص عنوانات مع مجمل تعداد ذکر کیے جاتے ہیں:

فصل اول۔ مکتوب پنجم تا بیست و ششم

فصل دوم۔ در رقعات: رقعہ اول تا رقعہ چہل و چہارم (مطبوعہ[1] میں چوّن ۵۴ رقعات ہیں)

---

[1] منشی نولکشور ۱۸۸۸ء کا طبع شدہ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فصل سوم ۔ مشتمل بر دو قسم : قسم اول در مکاتبات تہنیت آمیز (مکاتبہ اول تا چہارم)
قسم دوم در مکاتبات تعزیت انگیز (مکاتبہ اول تا سوم)

فصل چہارم ۔ در القاب و آداب (کل ۲۷ نمونے ہیں لیکن مطبوعہ میں ۲۳ ہیں)

خاتمۂ کتاب ۔ مشتمل بر چندی از قوانین:

قانون اول در ترقیم آداب و رود فرامین
(کل ۵ نمونے ہیں لیکن مطبوعہ میں صرف ۳ ہیں)

قانون دوم در اعداد اسامی مکاتبت

قانون سیوم در بیان الفاظ وصول مکاتبت

قانون چہارم در تعداد نوشتن مکتوب الیہ

قانون پنجم در ترقیم حقائق حالات

قانون ششم در تعداد الفاظ

(مطبوعہ میں ساتواں قانون بھی ہے)

خلیفہ شاہ محمد نے اپنے اس مجموعہ کو احباب کے اصرار پر مرتب کیا ہے چنانچہ لکھتے ہیں:

"وفور خواہش دوستان محبت اساس دقیقہ شناس کہ بہ تکامہ موافقت گوم می داشتند و تخم مصادقت در مزرع دل می کاشتند براں آوردہ کہ باجتماع مکاتیب مرسولہ کہ بخدمت بزرگان و عزیزان اتفاق افتادہ بود پردازد۔[۵]"

دیباچہ کی مذکورہ بالا عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ خلیفہ موصوف سے اُن کے دوستوں

---

۵ جامع القوانین : ص ۳ (مطبوعہ نولکشور)۔

© rasailojaraid.com